اکائی 11 اردو زبان کی مقبولیت کے اسباب اور موجودہ صورتِ حال

ساخت

11.1 اغراض و مقاصد
11.2 تمہید
11.3 زبان کی تعریف
11.4 اردو زبان کا آغاز اور مقبولیت کے اسباب
11.5 اردو زبان کی موجودہ صورتحال
11.6 آپ نے کیا سیکھا
11.7 اپنا امتحان خود لیجیے
11.8 سوالات کے جوابات
11.9 فرہنگ
11.10 کتب برائے مطالعہ

11.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کی جائے گی کہ

* زبان کسے کہتے اور کیسے تشکیل پاتی ہے
* اردو زبان کو ہندوستان میں کیسے قبولیت حاصل ہوئی
* اردو زبان کی موجودہ صورت حال کیا ہے

11.2 تمہید

اردو جدید ہندوستانی زبان میں سے ایک ہر دل عزیز زبان ہے جس کی پیدائش دو مختلف معاشرے، مذاہب اور کلچر کے اشتراک سے ہوئی۔ یہ شمال سے لے کر جنوب تک بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس میں ادبا اور عام لوگ اپنے مافی الضمیر کو موثر طریقے سے ادا کرتے ہیں۔ اس زبان کی خوبصورتی اس کے رسم الخط، تلفظ اور ادائیگی میں مضمر ہے۔ زبان کی سطح پر اردو زبان نے مادر وطن سے سفر کر کے عرب وعجم کے ساحل اور بستیوں سے گزر کر مغربی مما لک میں اپنا مستقل مسکن بنایا اور روز افزوں اس کا دائرہ وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سیاسی لیڈران اپنی تقریروں کو مؤثر بنانے کے لیے اکثر و بیشتر اردو کے اشعار اور ضرب المثل کا استعمال بخوبی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ زبان برصغیر سے باہر عرب وعجم، دیار مغرب، جاپان، جرمنی، ترکی، مصر وغیرہ میں نہ صرف بولی جاتی ہے بلکہ وہاں کے مقامی لوگ اس زبان میں ادب بھی لکھ رہے ہیں

اور بہت سے ممالک کے تعلیمی اداروں میں اردو زبان کا شعبہ بھی قائم ہے جہاں سے ہر سال کافی تعداد میں طلبا علم وآگہی سے ہم کنار ہوکر ڈگریاں حاصل کررہے ہیں۔ یہ زبان لنگوافرینکا کا درجہ حاصل کرچکی ہے۔

11.3 زبان کی تعریف

دنیا کی کوئی بھی زبان کسی فردِ واحد کی پیداوار نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک معاشرتی اور سماجی ضرورت کی وجہ سے معرض وجود میں آتی ہے۔ اِسے زبان کا روپ اختیار کرنے میں صدیاں لگ جاتی ہیں، تب جاکر یہ مافی الضمیر کوادا کرنے کے لائق ہوتی ہے۔ اردو کے مشہور محقق اور ماہر لسانیات نے زبان کی نہایت عمدہ تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''جس اصول پر بیج سے کونپل پھوٹتی ہے، پتے نکلتے ہیں، شاخیں پھیلتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہوجاتا ہے اسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی ہے۔''

زبان معلومات اور ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کا ذریعہ ہے۔ کائنات کی ہر ذی روح ایک دوسرے سے تبادلہ کرتی ہے لیکن لفظ 'زبان' کا استعمال بالخصوص بنی نوع انسان کے ذریعے ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کے لیے ہوتا ہے۔ زبان کا تعلق انسانی معاشرے سے بے حد گہرا ہے۔ زبان کے توسط سے ہی انسانی ذہن کے ارتقا کا علم ہوتا ہے۔ زبان کی کئی قسمیں ہیں مثلاً مادری زبان، سرکاری زبان، دفتری زبان، قومی زبان، رابطے کی زبان، تحریری زبان، اشارتی زبان اور علامتی زبان وغیرہ۔ مختصر یہ کہ رابطے اور معلومات کے تبادلۂ خیالات میں استعمال ہونے والے الفاظ کے مجموعے کو زبان کہتے ہیں جو معاشرے اور ماحول کی ضروریات کے تحت معرض وجود میں آتی ہے۔ زبان کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور یہ بولی سے مختلف ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں معیار ومنہاج کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک معیاری اور اعلیٰ زبان کے لیے فصاحت وبلاغت، شائستگی اور درستگی ضروری ہے۔ تبھی اس میں ادب تخلیق کرنے کی صلاحیت ہوسکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زبان معاشرے اور سماجی ضروریات کی وجہ سے وجود میں آتی ہے لیکن اس کا فروغ فطری ماحول میں بچے کی پیدائش، ماں اور بچے کے شب وروز کے تبادلۂ خیالات، اس کے سمجھنے اور سمجھانے سے ہوتا ہے۔ بچہ کبھی روکر، کبھی اشارے سے اپنی بات ماں یا دوسروں تک پہنچاتا ہے اور دھیرے دھیرے وہ اپنے مافی الضمیر کو اشارے، کنایے، توتلی زبان اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ذریعہ ادا کرنے لگتا ہے۔ اس طرح سے الفاظ جملے کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں لطف وشائستگی پیدا ہوجاتی ہے جو بعد میں تحریری شکل اختیار کرلیتی ہے۔

ابتدا میں بچہ ماں کی گود اور خاندان کے افراد سے زبان بولنا، سیکھنا، پڑھنا اور لکھنا سیکھتا ہے لیکن جب بچہ اسکول میں داخل ہوتا ہے تو وہ اساتذہ کی صحبت، کتابوں کے مطالعہ، زبان کے اصول وضوابط کی قرأت اور لسانی نکات کی سمجھ سے ادبی زبان کے معیاری اور اعلیٰ ہونے کی فہم پیدا کرتا

ہے۔اس طرح سے زبان مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ادبی و معیاری زبان کے منصب تک پہنچ جاتی ہے۔

11.4 اردو زبان کا آغاز اور مقبولیت کے اسباب

برصغیر کی زبانوں میں اردو غالباً واحد زبان ہے جو اپنی ابتدا سے روز افزوں ترقی کے منازل طے کرتی جارہی ہے۔گرچہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے منظرنامے نے اس زبان کے لیے بہت سی دقتیں پیدا کیں اور سیاسی وسماجی سطح پر اسے مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑا مگر اپنی گونا گوں لطافت، شیرینی، فطری کشش اور خوبیوں کی بنا پر یہ زبان خاص وعام دونوں میں یکساں طور سے مقبول ہے۔ابتدا میں اہل اقتدار کی کوتاہی اور اہلِ نظر کی تنگ نظری کی وجہ سے اسے اس لائق نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اس میں مافی الضمیر ادا کیا جاسکے لیکن شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک عوام نے اسے ایسے گلے لگایا اور روزمرہ میں ایسے برتا کہ ایک زمانہ اس کا شیدائی ہوگیا نتیجہ دن بہ دن یہ زبان پھلتی پھولتی رہی اور آخر کار اہلِ نظر کو بھی اپنی جانب متوجہ کرلیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد ایک فاتح کی حیثیت سے ہوئی۔وہ عربی، فارسی اور ترکی زبان اپنے ساتھ لائے اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد دربار کی زبان فارسی قرار دیا۔مسلمانوں کی تہذیب اور زبان دونوں نے ہندوستانی بولیوں کو متاثر کیا۔ان میں اپ بھرنش سے نکلی ہوئی ایک زبان نے سب سے زیادہ اثر قبول کیا اور اپنے دامن کو وسیع کرتے ہوئے عربی وفارسی کی تمام خوبیوں کو اپنے قلب میں جگہ دی۔نتیجہ یہ ہوا کہ یہ زبان ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی زبان کے طور پر ابھری اور دیکھتے ہی دیکھتے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک بولی اور سمجھی جانے لگی اور اس میں تبادلۂ خیالات کیا جانے لگا۔اور دیکھتے دیکھتے تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تقاضوں کے توسط سے برصغیر کی اقوام کی مشترکہ اظہار وابلاغ کی زبان بن گئی۔ ہندوستان کی مشترکہ زبان جسے ہم آج 'اردو' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اس کے لیے ہندوستان کی زمین ایسی ہموار اور زرخیز ثابت ہوئی کہ آج اس نے تناور درخت کی شکل اختیار کرلی اور جس کا دائرہ مزید وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔لیکن اس مقام تک پہنچنے اور قبولیت حاصل کرنے میں اسے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا اور جن نشیب وفراز کا سامنا کرنا پڑا اس کا مختصر ساخاکہ کچھ اس طرح ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ 'اردو' زبان کے طور پر ترقی کرتی رہی مگر ابھی فارسی کے مقابل کھڑی نہیں ہو پائی تھی۔ کیونکہ اسے دربار کی سرپرستی حاصل نہیں تھی۔ درباری زبان فارسی تھی۔ امراء اور رؤسا اسی زبان میں گفتگو کرنا اور ادب تخلیق کرنا باعث افتخار سمجھتے تھے۔اردو کے معروف محقق جمیل جالبی اردو زبان کے فروغ کے اسباب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''انگریزی زبان نارمنوں (فرانسیسی) کے حملے اور فتوحات کے بعد تقریباً ڈھائی سو سال تک صرف بولی ٹھولی کی حیثیت میں عوام کی زبان بنی رہی۔ یہی عمل اردو زبان کے ساتھ ہوا۔فارسی زبان کے تسلط اور رواج کے سامنے ویسے تو یہ زبان

سر اٹھا کر نہ چل سکی لیکن لسانی وتہذیبی اثرات کے دھارے اس زبان کے جسم میں نئے خون کا اضافہ اسی طرح کرتے رہے جس طرح نارمنوں کی فتوحات کے بعد فرانسیسی زبان کی لطافت اور اس کا مزاج انگریزی زبان کے خون میں برابر شامل ہوتا رہا اور اس میں رفتہ رفتہ صفائی و شستگی، روانی وقوت اور بیان کا حوصلہ بڑھتا رہا۔"

تاریخ ادب اردو، ص2، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، 1989

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مغل حکومت کمزور پڑنے لگی تو دیسی ریاستوں نے سر اٹھانا شروع کیا۔ ان ریاستوں کے حاکموں نے فارسی کے بجائے وہ زبان جو محمد بن تغلق کے ساتھ شمال سے دکن ساتھ گئی تھی اسے ادبی اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اردو زبان کی تاریخ گواہ ہے کہ جو کام شمال کے شعرا وادبا سے نہ ہو سکا اسے دکن کے شعرا نے بخوبی انجام دیا۔ لہٰذا اردو زبان کی تمام اصناف کی ابتدا اول اول دکن میں ہوئی۔

اردو زبان نے فارسی، عربی اور ترکی کے الفاظ کو اپنے اندر جذب کر کے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا لیا۔ عوامی زبان میں اظہار کی قوت پیدا ہو گئی اور اس نے فارسی، عربی اور ترکی کی مستحکم روایت سے اپنے دامن کو مالا مال کر لیا۔ نتیجہ فارسی کی پیروی میں اس زبان نے بھی ادب تخلیق کرنا شروع کر دیا۔

اس زبان کو ابتدا میں ہندی، ہندوی، دکنی، گجری اور ریختہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ جس علاقے میں گئی وہاں اس علاقے کی مناسبت سے اسے نام دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام علاقوں اور زبانوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس نے اپنی ایک انفرادیت قائم کر لی۔ اسی لیے کہا جاتا کہ یہ زبان برصغیر کی عظیم زبان ہے اور اس علاقے کی لنگوا فرینکا ہے۔

اردو زبان کے فروغ میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ وملتان کے تہذیبی ولسانی اثرات کے علاوہ کچھ اور واقعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً:

- محمود غزنوی اور آل محمود نے سندھ اور ملتان پر لگ بھگ دو سو سال تک حکومت کی اور اس کا دائرہ دہلی اور اس کے نواح تک پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک ایسی زبان کی ضرورت محسوس کی گئی جو سب کے لیے رابطے کی زبان ہو۔ یہی تہذیبی اور سیاسی ضرورت اردو زبان کی تشکیل وترویج میں معاون وممد ثابت ہوئی۔

- دوسرا تاریخی واقعہ علاء الدین خلجی کی گجرات اور دکن پر فتح سے شروع ہوتا ہے جو سو سال تک قائم رہا۔ چنانچہ فتح کے بعد جو لوگ شمال سے جنوب گئے وہ اپنے ساتھ ایک ایسی زبان ساتھ لے گئے جو بازار کی زبان تھی۔ چنانچہ معاملات زندگی اور لین دین کے لیے اسی زبان کو وسیلے کے طور پر استعمال کیا گیا جس میں فارسی، عربی اور ترکی الفاظ بھی شامل تھے۔ یہ تبدیلی اردو زبان کے لیے نیک فال ثابت ہوئی۔ مزید یہ کہ محمد بن تغلق کا دہلی کے بجائے دولت آباد کو

دارالسلطنت بنانا بھی معاون ثابت ہوا۔ اردو نے اپنا حلقہ وسیع کرنا شروع کیا اور بول چال کی حد سے گزر کر جب ادبی سطح پر استعمال ہونے لگی اور شاعروں اور صوفیوں نے اسے اظہار کا ذریعہ بنایا تو گجرات میں 'گجری' اور 'دکن' میں دکنی کے نام سے جانی گئی۔

محمد بن تغلق کی حکومت کمزور ہوئی تو وہاں کے امرا نے بغاوت کا علم بلند کیا اور اپنی اپنی خودمختار حکومت قائم کر لی۔ یہ واقعہ تہذیبی، سیاسی اور لسانی اعتبار سے اہم تھا۔ اس سے دکن سے گجرات تک ان تمام واقعات و عوامل نے اردو زبان کے پھلنے پھولنے میں سازگار ماحول قائم کیا۔

- علاء الدین خلجی اور محمد بن تغلق کے ساتھ جو صوفیا کرام گجرات اور دکن گئے وہ واپس نہیں آئے بلکہ وہیں رہ کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور انھوں نے دین کی تبلیغ کے لیے اسی زبان کو ذریعہ بنایا۔ اسی زبان میں ان کی تحریریں ملتی ہیں۔ چنانچہ سماع، موسیقی، شاعری اور درسِ اخلاق کے لیے یہی زبان استعمال کی جانے لگی۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ زبان جس کی پیدائش شمال میں ہوئی لیکن سیاسی، تہذیبی اور لسانی تقاضوں کے تحت اس نے شمال کے بجائے دکن میں ادبی زبان کا روپ بہت پہلے اختیار کیا۔ جمیل جالبی نے اس کے چار واضح اسباب بیان کیے ہیں۔ یعنی:

- دکن کا شمال سے آزاد ہو کر خودمختار حکومت قائم کرنا اور ایسی تہذیب کی بنیاد ڈالنا جو سب کے لیے مشترک ہو۔ اسی لیے یہاں کے حکمرانوں نے تہذیب و زبان کی سطح پر دیسی عناصر کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی اور اسے فروغ دیا۔

- مشترکہ تہذیب کے لیے مشترکہ زبان کا ہونا لازمی ہے اس لیے اردو زبان ایک مشترکہ زبان کی حیثیت سے ابھری اور یہاں خوب ترقی کی۔

- مسلمانوں کا ترقی پذیر نظام خیال اور فکری توانائی اس زبان میں شامل ہو چکے تھے۔ لہٰذا یہ زبان ایک ترقی یافتہ زبان کی شکل میں تمام زبانوں کے الفاظ زندہ زبان کی طرح اپنے اندر تیزی سے جذب کر کے ان علاقوں کی زبانوں سے قریب تر ہو گئی۔

- شمالی ہند میں فارسی کو مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ فارسی میں ادب تخلیق کرنا قدر و منزلت کا سبب تھا۔ دکن میں شمال کے برخلاف اردو زبان کو دربار کی سرپرستی حاصل تھی۔ اردو زبان کے فروغ میں صوفیائے کرام نے نمایاں کارنامے انجام دیے۔ انھوں نے عوام تک رسائی کے لیے اسی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا اور اسے ادبی اور معیاری زبان بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ صوفیائے کرام کے ملفوظات اور شاعری اردو زبان کی مقبولیت کے ضامن ہیں۔

تاریخ زبان اردو، جمیل جالبی، ص 16، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1989

اردو زبان کی مقبولیت میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب ولی اورنگ آبادی کا کلام اٹھارہویں صدی کی ابتدا میں دکن سے شمالی ہند پہنچا۔ ولی کے زمانے تک یہ زبان پوری طرح مستحکم ہو چکی تھی اور اس میں ادب تخلیق کیا جانے لگا تھا۔ داستانیں، مرثیے اور مثنویاں لکھی جا چکی تھیں۔ قلی قطب شاہ جیسے باکمال شاعر پیدا ہو چکے تھے۔ ولی اورنگ آبادی نے شمال اور جنوب کی زبان کی آمیزش سے ایک ایسا ادبی پیمانہ تراشا جو شمال والوں کے لیے باعث تقلید ثابت ہوا۔ یہاں کے شعرا کو لگا کہ آج جس زبان کو اظہار کے لیے ناکافی سمجھا جاتا تھا اس میں اپنے مافی الضمیر کے اظہار کی بے حد گنجائش ہے۔ چنانچہ اس وقت کے بیشتر شعرا فارسی سے اردو زبان میں شعر گوئی کی طرف راغب ہوئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی میں اس زبان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ نثر و نظم میں شعرا کی ایک کہکشاں نظر آتی ہے۔ جس میں میر تقی میر، میر درد، سودا، ذوق اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں تو آگے چل کر غالب، سرسید، حالی، محمد حسین آزاد، مومن، مصحفی، آزردہ اور داغ جیسے باکمال شاعر اور نثر نگار نے اس زبان کو اپنے علم و آگہی سے باوقار زبان کا رتبہ عطا کیا اور اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ عالمی ادب کے شانہ بہ شانہ کھڑی ہو سکے۔

یہ وہ دور تھا جب دربار کی سطح پر فارسی کمزور پڑنے لگی۔ شمالی ہند کی وہ زبان جو عوام کی زبان تھی اس کی رسائی دربار تک ہونے لگی اور اردوئے معلّٰی کا درجہ اختیار کر لیا۔ بادشاہ کی سرپرستی نے اسے مزید تقویت عطا کی۔ امرا و رؤسا اس زبان میں اظہار خیال کرنے لگے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بہت کم عرصے میں اس زبان میں بیش بہا سرمایے کا اضافہ ہوا۔

اردو زبان کی مقبولیت کا راز میر اور غالب کے کلام میں بھی پوشیدہ ہے۔ اردو ادب کی تاریخ گواہ ہے جتنا کلام میر اور غالب کا پڑھا جاتا ہے اتنا انیسویں صدی کے کسی شاعر کا کلام خاص و عام میں مقبول نہیں۔ میر تقی میر کے سہل ممتنع اور مرزا اسد اللہ خاں غالب کی مشکل پسندی اور فکر انگیز کلام نے اردو زبان کے قاری کو غور و فکر کی دعوت دی۔ آج ہم یہ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ زبان ہے جس نے میر اور غالب کو پیدا کیا تو دوسری طرف انیسویں صدی کے نصف اول میں علامہ اقبال جیسا آفاقی شاعر عطا کیا۔ جس نے اپنے کلام کے ذریعے فکر و خیال کی سطح پر اس زبان کو گویائی عطا کی جو اس سے پہلے مفقود تھی۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے نصف اول تک اردو زبان کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ داغ دہلوی کے اس شعر سے بھی لگایا جا سکتا ہے:

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو زبان و ادب کی مقبولیت میں اس وقت چار چاند لگ گیا جب ہندوستان میں 1936 میں سجاد ظہیر، ملک راج آنند، دین محمد تاثیر، محمود الظفر اور دیگر ادیبوں نے ترقی پسند تحریک کی بنیاد ڈالی اور اس بات پر زور دیا کہ ہمیں ادب کا معیار بدلنا ہوگا۔ یہ وقت اردو زبان کی مقبولیت کے اعتبار سے

نہایت ہی سازگار تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے زبان کے سرمایے میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ بالخصوص اردو افسانہ اور ناول (فکشن) کے میدان میں اس زبان نے ایسے نامور ادیب پیدا کیے جنھوں نے اپنی فنی صلاحیتوں سے اردو فکشن کو عالمی ادب کے معیار پر لا کھڑا کیا۔ جس میں پریم چند، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، ممتاز مفتی، احمد ندیم قاسمی، حیات اللہ انصاری وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

1947 میں آزادی ملنے اور پاکستان کی تشکیل کے بعد اردو زبان پر ایک ایسا عبوری دور آیا جب اسے گوناگوں پریشانیوں اور الزامات کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے چاہنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اردو بلاتفریق مذہب وملت ہندوستان کے ہندو مسلمان دونوں کی مشترکہ زبان ہے۔ یہاں غیر مسلم ادیبوں اور شاعروں نے اس زبان کے فروغ اور مقبولیت میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ لہٰذا انھوں نے اسے اپنی زبان کہنے میں کسی طرح کی جھجک محسوس نہیں کی۔ ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کا واقعہ بے حد مشہور ہے۔ اردو کے عظیم افسانہ نگار منشی پریم چند کے پوتے آلوک رائے نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ 'پنڈت جواہر لال نہرو کو اپنی اور اپنے اجداد کی زبان کو 'اردو' کہنے میں کسی طرح کا تامل نہیں تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب دستور ساز اسمبلی میں زبان کی بحث شباب پر تھی اور یہ طے ہونا تھا کہ دستورِ ہند کے آٹھویں شیڈول میں کن کن زبانوں کو شامل کیا جائے۔ پنڈت جی نے ڈرافٹ کمیٹی کے ایک رکن ایم۔ ستیہ نارائن سے کہا کہ وہ زبانوں کی ایک فہرست تیار کریں۔ چنانچہ انھوں نے ہندوستان کی 12 زبانوں کی ایک فہرست تیار کر کے پنڈت جواہر لال نہرو کی خدمت میں پیش کی۔ پنڈت جی نے اس فہرست کو کمیٹی میں پیش کرنے سے پہلے اس میں ایک تیرہویں زبان 'اردو' کا اضافہ کیا۔ لہٰذا جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ 'اردو کس کی زبان ہے۔' تو پنڈت جی نے غصے میں کہا کہ ''یہ میری اور میرے باپ داداؤں کی زبان ہے۔ پنڈت جی کی اردو زبان سے حقیقی محبت کے نتیجے میں اردو کو آٹھویں شیڈول میں شامل کر لیا گیا۔ اس طرح سے اردو اپنے ہی گھر میں بیگانہ ہونے سے بچ گئی۔

یہاں محبِّ اردو تیج بہادر سپرو اور پنڈت آنند نرائن ملا کی اردو دوستی کا ذکر ناگزیر ہے۔ تیج بہادر سپرو نے 12 رفروری 1939 کو لکھنؤ میں 'یوم چکبست' کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: ''مجھے اردو زبان سے محبت ہے۔ میں اس کو اپنی زبان سمجھتا ہوں اور اپنے ہندوستان کی زبان۔ مجھے یہ کہتے ہوئے ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ اردو میری اور قومی زبان ہے۔'' انھوں نے مزید کہا کہ 'میں اس کا کبھی قائل نہیں ہو سکتا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ جتنا دعویٰ مسلمانوں کو اردو پر ہو سکتا ہے اتنا ہی ہندوؤں کو بھی ہونا چاہیے۔'' اس لیے اردو دراصل ہندو مسلم اتحاد سے پیدا ہوئی اور اس اتحاد کی واحد یادگار رہے۔''

عرض حال، یادِ چکبست، بحوالہ، مرزا خلیل احمد بیگ

اردو کے معروف ادیب پنڈت آنند نرائن ملاّ نے اردو سے والہانہ وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ''میں اپنا مذہب چھوڑ سکتا ہوں مگر اپنی زبان نہیں چھوڑ سکتا۔'' ایسے نہ جانے کتنے غیر مسلم ادیب وشاعر اور عام قاری ہیں جنھوں نے اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے بھی اور ذریعہ معاش کے لیے بھی۔

اردو زبان کی مقبولیت میں مشاعروں نے اہم رول ادا کیے ہیں۔ مشاعرہ ایک خالص ادبی اور تہذیبی ادارہ ہے۔ اردو شاعری میں دلوں کو چھو لینے والی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ سننے والا بے ساختہ داد دیتا ہے۔ اجتماعی مسائل کو اجاگر کرنے والے شعرا کے کلام پر سامعین سر دھننے لگتے ہیں۔ یہ اردو زبان کا خاصہ ہے کیونکہ سننے والوں کی اس طرح کی شرکت اردو کے سوا دنیا کی کسی اور زبان کی شاعری میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ شاعری انسان کا فطری اظہار ہے اور دنیا کے تمام علاقوں اور تمام زبانوں میں شاعری کہی جاتی ہے لیکن پڑھنے اور سننے کا ایسا سماں اور شوق کہیں اور نظر نہیں آتا۔ ہمارے معاشرے میں اردو داں کو عزت واحترام کے ساتھ دیکھا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری اور مشاعرے بے حد مقبول رہے ہیں۔ یہ صرف اردو زبان کی اپنی شیرینی کی وجہ سے ہے۔ اردو زبان کی فطری دلکشی سامعین کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

قومی خدمات مشاعرے کی شان رہے ہیں۔ اس نے قومی یکجہتی میں ماضی اور عہدِ حاضر میں اہم کردار ادا کیا ہے اور کر رہا ہے۔ بڑے بڑے سیاسی لیڈران کی لمبی چوڑی تقاریر پر شاعر کا ایک شعر بھاری پڑتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی کی تحریک میں علامہ اقبال اور جوش ملیح آبادی کی شاعری عوام کے دلوں میں جوش وولولہ بھر دیا کرتی تھی۔ اردو زبان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مشاعرہ ہندو پاک سے نکل کر عرب وعجم، یورپ، شمالی امریکہ، کناڈا، جرمنی، آسٹریلیا جیسے ممالک تک پہنچ گیا ہے جہاں یہ بڑے اہتمام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ وہاں پر مشاعروں کو ادبی ایونٹ کہا جاتا ہے۔ مشاعرے نے دنیا میں اپنے آپ کو زندہ رکھا ہوا ہے اور اردو زبان وتہذیب کے چراغ کو بھی روشن کر رکھا ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں جن لوگوں نے لندن کا سفر کیا ان میں سر سید اور مولانا مظہر الحق نے اپنے سفر کے دوران اردو کو کہاں کہاں بولتے سمجھتے پایا اس کا ذکر اپنے خطوط اور سفرنامے میں کیا ہے۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان میں ایک ایسی طاقت پوشیدہ ہے جو نامساعد حالات میں بھی اقلیت میں ہونے کے باوجود اپنے وجود کو زندہ وتابندہ رکھ سکتی ہے۔

ڈیوڈ میتھو نے اپنے مضمون Urdu in India میں اس کی ہندوستان اور ہندوستان سے باہر قبولیت عام کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان میں وہ طاقت ہے جس کے ذریعے یہ اپنی اہمیت کو تسلیم کرواسکتی ہے۔ ضرورت صرف سازگار ماحول کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ 'اردو یورپ کی سب سے اہم زبانوں میں سے ایک بن رہی ہے یا یہ کہ جب اسے مناسب مترجمین میسر آجائیں گے تو غالب اور اقبال فوراً آفاقی شہرت حاصل کرلیں

گے۔تاہم یہ خیال اچھا ہے کہ اردو کو سنجیدگی سے لیا جا رہا ہے اسے صحیح معنوں میں اپنے آبائی گھر سے بہت دور زندہ رکھا جا رہا ہے۔اس بات کا سہرا اردو بولنے والی کمیونٹی کو جاتا ہے جو اپنے مقصد کے حصول کی خاطر بڑے پیمانے پر وقت نکال رہی ہے۔' یہی نہیں ڈیوڈ میتھو نے مدراس کے سفر کے دوران ایک ہوٹل کے ویٹر کی اردو زبان سے دلچسپی کا واقعہ بے حد دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے جس سے اس زبان کی مقبولیت عام کا اندازہ ہوتا ہے۔''میں نے اسے اردو میں مخاطب کیا اور اس کا نام دریافت کیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ کرشنا کچھ بے سکونی محسوس کر رہا ہے۔لیکن نرم خوئی کے ساتھ گفتگو کے بعد اس میں پُر اعتمادی پیدا ہوگئی اور اس نے مجھ سے کہا۔''صاحب یہ 'سنائے' ہے۔ یہاں ہام تامل بولتا ہے۔ ہمی ہندی پسند ناہی ہے۔''

میں نے فوراً جواب دیا''کرشنا جی میں تو ہندی نہیں بول رہا یہ تو اردو زبان ہے۔کرشنا کا چہرہ موہوم سی مسکراہٹ سے چمک اٹھا! اچھا صاحب! اردو بوہوت میٹھا بھاشا ہے۔ مجھے اس کا گجل بوہوت پسند ہے۔خاص طور پر وہ 'تو نہیں والا' اس کا اشارہ فلم 'بوبی' کے گانے 'میں شاعر تو نہیں' کی طرف تھا۔ آخر کار اردو نے مدراس میں ایک شخص کو حلقہ بگوش اردو تو کر ہی لیا۔''

اردو زبان کے فروغ میں ہندوستان کی فلموں نے کلیدی رول ادا کیے ہیں۔آج جسے ہم ہندی فلم کہتے ہیں وہ دراصل اردو فلمیں ہوتی ہیں کیونکہ ان کے مکالمے اور نغمے اور ڈائیلاگ جب سنتے ہیں تو وہ خالص اردو کے الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بیشتر نغمہ نگار، اسکرپٹ رائٹر اور کہانی لکھنے والے اردو کے مشہور و معروف شاعر و ادیب رہے ہیں۔جن میں سرفہرست عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، گلزار، جاوید اختر، سلیم جاوید، کیفی اعظمی، سردار جعفری، ساحر لدھیانوی، نوشاد، مجروح سلطان پوری، اختر الایمان اور شہریار کے نام خاص طور سے لیے جاتے ہیں جن کی بدولت اردو زبان گھر گھر پہنچ گئی اور سامعین اور ناظرین اس کے ایسے دلدادہ ہوگئے کہ آج ہر زبان پر اردو کے گیت اور ڈائیلاگ جاری وساری ہیں۔

11.5 اردو زبان کی موجودہ صورت حال

اردو برصغیر کی مشترکہ زبان ہے۔ یہ زبان جذبات و احساسات، روحانی اور رومانی خیالات اور تاثرات کو بیان کرنے اور زندگی کی خوشی و غم کے اظہار میں کافی چاق و چوبند ہے نیز انسانی رشتوں کی وسعت، علمی خزانے اور افکار کا مسکن ہے۔ جو اپنے آپ میں ایک تہذیب و ثقافت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے گھر سے نکل کر بین الاقوامی سطح پر جنوبی ایشیا کی دوسری زبانوں کے مقابلے یہ زیادہ پذیرائی حاصل کر رہی ہے۔ ہندو پاک میں اسے سرکاری پذیرائی بھی حاصل ہے۔ بالخصوص بین الاقوامی سطح پر برطانیہ میں جہاں کے سرکاری عہدے دار اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ قومی تعلیم کا اہم جزو بن چکی ہے۔

اردو زبان ایک عظیم اور ادبی ذخیرے کی زبان ہے جو برصغیر کی دیگر زبانوں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

آج اردو گلوبلائزیشن کے دور میں اپنے گھر سے نکل کر مختلف شکلوں میں پھل پھول رہی ہے۔ اردو زبان کو عوام الناس میں مقبول کرنے میں مشاعروں کے علاوہ کلچرل پروگرام، ادبی ایونٹ مثلاً جشن ریختہ اور جشن ادب، جشن بہار اسے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ریختہ فاؤنڈیشن نے اردو کو روایتی طریقے سے ہٹ کر ایک نئے طریقے سے عوام کے درمیان متعارف کرایا جس کا اثر غیر اردو داں طبقے کی کثیر تعداد میں شرکت کے روپ میں نظر آ رہا ہے۔ یہی نہیں داستان گوئی، چہار بیت، قوالی، تمثیلی مشاعرے جو قصۂ پارینہ بنتے جا رہے تھے اسے ریختہ فاؤنڈیشن، جشن ادب، اردو اکادمی دہلی اور دیگر سرکاری اور نیم سرکاری تنظیمیں نئی شکل میں پیش کر کے اردو کی مقبولیت میں مزید اضافہ کر رہی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم میں درس وتدریس کی سطح پر یونیورسٹیوں میں اردو متعارف ہو رہی ہے اور روز افزوں نئے شعبے قائم ہو رہے ہیں جس سے روزگار کے دروازے بھی وا ہوئے ہیں۔

ہندوستان ایک کثیر زبان بولنے والا ملک ہے۔ بہت سی زبانوں کا اپنا مخصوص علاقہ ہے لیکن اردو ایک ایسی زبان ہے جس کا اپنا کوئی خاص علاقہ نہیں ہے۔ یہ اپنے گھر سے نکل کر ملک گیر سطح پر اپنی شناخت اور دائرے کو روز افزوں وسیع کرتی جا رہی ہے۔ کچھ ریاستوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ اردو کا مزاج ایک سیکولر زبان کا ہے۔ اردو کا ماضی اور حال اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ بلاتفریق مذہب وملت ایک مضبوط رابطے کی زبان بنتی جا رہی ہے۔ یہ زبان اپنی تہذیبی وراثت کے ساتھ اپنی مستند روایت کو آگے بڑھانے میں کوشاں ہے۔ لہٰذا ہندوستان اور ہندوستان سے باہر اردو نے جس طرح سے اپنے دائرے کو وسیع کیا ہے اسے بنیاد بنا کر کہا جا سکتا ہے کہ آزادی کے بعد اردو کی موجودہ صورتحال مایوس کن نہیں ہے۔ اس زبان میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو اپنے آپ کو نامساعد حالات میں بھی قائم ودائم رکھ سکتی ہے۔

11.6 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- زبان کسے کہتے ہیں اور کیسے تشکیل پاتی ہے
- اردو زبان کی ابتدا شمالی اور جنوبی ہند میں کیسے ہوئی
- اردو زبان کی مقبولیت رفروغ کے کیا اسباب رہے ہیں
- اردو کی موجودہ صورت حال کیا ہے اور کس طرح سے یہ اپنے آپ کو عوامی سطح پر نئی شکل میں پیش کر رہی ہے۔

11.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ زبان کسے کہتے ہیں؟

2۔ اردو زبان کا آغاز کیسے ہوا؟

3۔ اردو زبان کی مقبولیت کے اسباب کیا ہیں؟

4۔ جنوبی ہند میں اردو کی مقبولیت/فروغ کے اسباب کیا تھے؟

5۔ اردو زبان کی موجودہ صورت حال کیا ہے؟

11.8 سوالات کے جوابات

1۔ زبان معلومات اور ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کا ذریعہ ہے۔

2۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد ایک فاتح کی حیثیت سے ہوئی۔ وہ عربی، فارسی اور ترکی زبان اپنے ساتھ لائے اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد دربار کی زبان فارسی قرار دیا۔ مسلمانوں کی تہذیب اور زبان دونوں نے ہندوستانی بولیوں کو متاثر کیا۔ ان میں اپ بھرنش سے نکلی ہوئی ایک زبان نے سب سے زیادہ اثر قبول کیا اور اپنے دامن کو وسیع کرتے ہوئے عربی و فارسی کی تمام خوبیوں کو اپنے قلب میں جگہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ زبان ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی زبان کے طور پر ابھری اور دیکھتے ہی دیکھتے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک بولی اور سمجھی جانے لگی اور اس میں تبادلۂ خیالات کیا جانے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تقاضوں کے توسط سے برصغیر کی اقوام کی مشترکہ اظہار و ابلاغ کی زبان بن گئی۔ ہندوستان کی اسی مشترکہ زبان کو ہم آج 'اردو' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

3۔ اپنی گونا گوں لطافت، شیرینی، فطری کشش اور خوبیوں کی بنا پر یہ زبان خاص و عام دونوں میں یکساں طور سے مقبول ہے۔

4۔ علاء الدین خلجی کی گجرات اور دکن پر فتح کے بعد جو لوگ شمال سے جنوب گئے وہ اپنے ساتھ اردو زبان لے کر گئے جو بازار کی زبان تھی۔ چنانچہ معاملات زندگی اور لین دین کے لیے اسی زبان کو وسیلے کے طور پر استعمال کیا گیا جس میں فارسی، عربی اور ترکی الفاظ بھی شامل تھے۔ یہ تبدیلی اردو زبان کے لیے نیک فال ثابت ہوئی۔ مزید یہ کہ محمد بن تغلق کا دہلی کے بجائے دولت آباد کو دارالسلطنت بنانا بھی معاون ثابت ہوا۔ اردو نے اپنا حلقہ وسیع کرنا شروع کیا اور بول چال کی حد سے گزر کر جب ادبی سطح پر استعمال ہونے لگی اور شاعروں اور صوفیوں نے اسے اظہار کا ذریعہ بنایا تو گجرات میں 'گجری' اور 'دکن' میں دکنی کے نام سے جانی گئی۔

محمد بن تغلق کی حکومت کمزور ہوئی تو وہاں کے امرا نے بغاوت کا علم بلند کیا اور اپنی اپنی خود مختار

حکومت قائم کرلی۔ یہ واقعہ تہذیبی، سیاسی اور لسانی اعتبار سے اہم تھا۔اس سے دکن سے گجرات تک ان تمام واقعات وعوامل نے اردو زبان کے پھلنے پھولنے میں سازگار ماحول قائم کیا۔

5۔ اردو زبان ایک عظیم اور ادبی ذخیرے کی زبان ہے جو برصغیر کی دیگر زبانوں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔آج اردو گلوبلائزیشن کے دور میں اپنے گھر سے نکل کر مختلف شکلوں میں پھل پھول رہی ہے۔اردو زبان کو عوام الناس میں مقبول کرنے میں مشاعروں کے علاوہ کلچرل پروگرام، ادبی ایونٹ مثلاً جشن ریختہ اور جشن ادب، جشن بہار اسے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ریختہ فاؤنڈیشن نے اردو کو روایتی طریقے سے ہٹ کر ایک نئے طریقے سے عوام کے درمیان متعارف کرایا جس کا اثر غیر اردو داں طبقے کی کثیر تعداد میں شرکت کے روپ میں نظر آرہا ہے۔یہی نہیں داستان گوئی، چہار بیت، قوالی، تمثیلی مشاعرے جو قصۂ پارینہ بنتے جارہے تھے اسے ریختہ فاؤنڈیشن، جشن ادب، اردو اکادمی دہلی اور دیگر سرکاری اور نیم سرکاری تنظیمیں نئی شکل میں پیش کرکے اردو کی مقبولیت میں مزید اضافہ کررہی ہیں۔اعلیٰ تعلیم میں درس وتدریس کی سطح پر یونیورسٹیوں میں اردو متعارف ہورہی ہے اور روزافزوں نئے شعبے قائم ہورہے ہیں جس سے روزگار کے دروازے بھی وا ہوئے ہیں۔

11.9 فرہنگ

لفظ	معنی
مافی الضمیر	دل کی بات
مضمر	پوشیدہ، چھپا ہوا
مسکن	رہنے کی جگہ، قیام گاہ
ضرب المثل	کہاوت، قول
علم و آگہی	کسی بات کی تہ میں پہنچنا
لنگوا فرینکا	روزمرہ ترسیل کی زبان
معرض	اظہار کی جگہ
فصاحت	کلام میں سادہ الفاظ کا استعمال، خوش گوئی
بلاغت	برمحل گفتگو
برصغیر	جنوبی ایشیا/ ہندو پاک
اہل نظر	نظر والے

لفظ	معنی
اپ بھرنش	بگڑی ہوئی زبان، جدید ہند آریائی زبان سے پہلے شمالی ہند کی بول چال اور تخلیق ادب کی اہم زبان
نارمن	فرانسیسی
سماع	روحانی محفل، سننا
ملفوظات	اولیاء کرام کی زبان سے نکلی ہوئی بات/اقوال
راغب	مائل، خواہش
اردوئے معلیٰ	قلعے کی زبان
سہل ممتنع	وہ کلام جو بظاہر آسان ہو لیکن حقیقت میں ایسا نہ ہو
حلقہ بگوش	فرماں بردار
قصۂ پارینہ	قدیم کہانی / پرانی باتیں

11.10 کتب برائے مطالعہ

تاریخ ادب اردو جلد اول	جمیل جالبی	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1989
اردو ادب کی تنقیدی تاریخ	سید احتشام حسین	این سی پی یو ایل، دہلی، 1997
ایک بھاشا جو مسترد کر دی گئی	مرزا خلیل احمد بیگ	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی 2007
زبان کیا ہے؟	خلیل صدیقی	بیکن بکس، ملتان، 1989
اردو کی ابتدا میں صوفیا کرام کا کام	مولوی عبدالحق	انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، 1995
Urdu in India	ترجمہ: ڈاکٹر محمد سلمان بھٹی	
ہندوستان میں اردو کی صورتحال		اردو ریسرچ جرنل، شمارہ 5، اپریل 2015